بلاک (3) عصرِ عباسی اول

اکائی (1) عصرِ عباسی اول: تاریخی پس منظر اور امتیازی خصوصیات

مشمولات

1.1 تمہید
1.2 اغراض ومقاصد
1.3 عصر عباسی اول: تاریخی پس منظر
1.4 امتیازی خصوصیات
1.5 عصر عباسی اول کی مقالہ نگاری
1.6 عصر عباسی اول کی رسالہ نگاری
1.7 خلاصہ
1.8 نمونے کے امتحانی سوالات
1.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

1.1 تمہید

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں میں خلافتِ راشدہ کا دور شروع ہوا، اصحاب رائے مسلمانوں کے مشورے سے پہلے خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ مقرر کیے گئے، آپ نے بحسن وخوبی امورِ خلافت کو انجام دیا، اس عہد میں متعدد داخلی فتنوں پر قابو پایا گیا اور خارجی قوتوں سے مقابلے کیے گئے، ان کے بعد کے تینوں خلفا نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ، اسلامی قوت وشوکت کے اضافے اور اسلامی، عربی علوم وثقافت کی ترویج وترقی میں اپنا اپنا رول ادا کیا۔ حضرت حسنؓ کے خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد عصرِ اموی کا آغاز ہوا، اس کے پہلے خلیفہ حضرت معاویہ بن سفیانؓ تھے، اموی خلافت کا زمانہ 41ھ سے لے کر 132ھ تک رہا اور اسی سال عباسی حکومت کے قیام کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت حسن بن علیؓ کے خلافت سے دست بردار ہونے کے علاوہ اموی حکومت کے قیام کی اور بھی کئی خارجی وجوہات تھیں، مثلاً حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد فتنہ وفساد اور اندرونی اختلافات کی کثرت، خوارج کا ظہور اور سارے بلادِ اسلامیہ میں قتل وغارت گری کا برپا ہو جانا، حضرت علیؓ کے بعد مسلمانوں کا کسی ایک مرکز پر متحد نہ ہونا اور خلافتِ اسلامیہ کا کمزور ہو جانا، ان جیسے اسباب کی وجہ سے خلافتِ بنوامیہ کے قیام میں مدد ملی۔ اس عہد کے نمایاں خلفا میں حضرت معاویہ بن سفیانؓ کے علاوہ یزید بن معاویہ، مروان بن الحکم، عبدالملک بن مروان، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، ہشام بن عبدالملک، ابراہیم بن الولید اور مروان بن محمد ہیں۔ اس عہد میں سیاسی، سماجی، علمی وادبی سطح پر کئی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان میں سے بعض تبدیلیاں مفید اور اچھی تھیں جن کے اچھے نتائج بھی سامنے آئے، جبکہ بہت سی تبدیلیاں غلط تھیں اور ان کے اندوہناک نتائج سے دوچار ہونا پڑا اور سو سال سے بھی کم عرصے میں بنوامیہ کی بساطِ حکومت لپیٹ دی گئی۔

حضرت عثمان کی شہادت کے واقعے سے شروع ہونے والے فتنہ وفساد کی وجہ سے مسلمان اندرونی طور پر بہت منتشر ہو گئے تھے اور ان کا مجموعی ڈھانچہ کمزور ہوتا نظر آ رہا تھا، پھر حضرت علیؓ کی وفات کے بعد کربلا کے واقعے نے ایک دوسرا بحران پیدا کر دیا تھا، مگر اس سب کے باوجود اموی حکومت نے حالات کو قابو کیا، مسلمانوں کی جمعیت کو منظم کیا اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا؛ چنانچہ اس عہد میں مسلمانوں نے کئی اہم معرکے سر کیے اور اسلامی قلمرو کا دائرہ خاصا وسیع ہوتا گیا۔ اس عہد میں قتیبہ بن مسلم باہلی، حسان بن نعمان، محمد بن قاسم ثقفی، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور عقبہ بن نافع فہری وغیرہ جیسی قائدانہ صلاحیتوں سے لیس کئی طلسماتی شخصیات کا ظہور ہوا، جو آج بھی اسلامی تاریخ میں زندہ وجاوید ہیں اور ان کی سیرت وکارنامے مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ کا احساس دلاتے ہیں۔ اس عہد میں مسلم دارالخلافت کو کوفہ سے دمشق منتقل کیا گیا، پولیس کا نظام شروع کیا گیا، ڈاک کے سسٹم کو منظم کیا گیا۔ اسی طرح بنوامیہ نے خلیفہ کی تعیین وتقرری کے سلسلے میں خلافت راشدہ کے طریقے یعنی شورائی نظام کو چھوڑ کر ولیِ عہد بنانے کا طریقہ ایجاد کیا، بعد میں اموی حکومت کے خاتمے میں اس روایت کا بھی رول رہا۔

ادبی ترقی کے اعتبار سے بھی اس عہد کا ذکر ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں عربی شعر وادب میں نئی روح بیدار ہوئی، انشا پردازی وشعرگوئی کے نئے موضوعات سامنے آئے اور شعرا وادبا نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانا شروع کیا۔ عصر عباسی میں جو علمی ترقیات سامنے آئیں، ان کی بنیاد دراصل عہدِ اموی میں ہی پڑ چکی تھی اور اسی کی اساس پر عباسی خلفا نے علم وادب اور فن وثقافت کی پوری عمارت کھڑی کی۔ اسی عہد میں جاہلی ادب باقاعدہ شکل میں سامنے آیا، اسلامی علوم کی منظم نشوونما کا دروازہ کھلا اور غیر ملکی علوم کے ترجمے کا سلسلہ شروع ہوا۔ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں دوسری زبانوں کے علوم وفنون کو عربی زبان میں منتقل کرنے کی تحریک شروع کی گئی، جبکہ ولید بن عبدالملک کے زمانۂ حکومت میں عام طور پر تعلیم کے فروغ پر توجہ دی گئی، جگہ جگہ مدارس کھولے گئے، علوم کو عام کیا گیا، نئی نسل کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی گئی، ہسپتال کھولے گئے اور عوام کی فلاح وبہبود کے لیے نئی نئی اسکیمیں تیار کی گئیں، جن سے لوگ مستفید ہوتے رہے۔

1.2 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں عصرِعباسی اول کے تاریخی پس منظراوراس کی امتیازی خصوصیات پر بالتفصیل روشنی ڈالی جائے گی،جس کے بعد آپ کوخلافت بنوامیہ کے خاتمہ اورعباسی خلافت کے قیام سے لے کرعباسی دور کے اہم امتیازات وخصوصیات سے واقفیت حاصل ہوجائے گی۔خاص طور پرعلوم وفنون اورعربی ادب وثقافت کوفروغ دینے کے حوالے سے اس عہد میں جواہم کارنامے انجام دیے گئے،ان سے آگاہی حاصل ہوگی اوراس عہد میں تصنیف و تالیف،نثرنگاری وشعرگوئی اورترجمہ کے باب میں جونمایاں کارنامے انجام دیے گئے،ان سے متعلق اہم معلومات حاصل ہوں گی۔

1.3 عصرعباسی-تاریخی پس منظر

اموی حکمرانوں میں بہت جلدایسی خرابیاں بھی درآئیں،جنھوں نے رائے عامہ کوان کے خلاف مجتمع کردیا اورلوگوں میں حکومت کے تئیں بدگمانیاں پھیلتی گئیں،جو بالآخراس کے خاتمے پر منتج ہوئیں۔اموی حکمرانوں نے سب سے پہلے تو خلافتِ راشدہ کے منہاج سے بغاوت کرکے حکمراں خاندان سے ولیِ عہد مقرر کرنے کا سلسلہ شروع کیا،جوحساس طبقوں کے لیے ناقابلِ قبول تھا۔اس کے علاوہ خوارج کی جماعت بھی مسلسل دردِسربنی رہی،پھرمختلف عرب قبائل نے خلیفہ کی اطاعت سے انکارکردیا،ریاستوں میں نافرمانی وسرکشی اورخلیفہ کے خلاف تحریکوں کاایک لمباسلسلہ چل پڑا،جس نے عباسیوں کے لیے خلافت وحکومت کا راستہ ہموارکیا۔

اموی حکمرانوں کی نااہلی وبے تدبیری کی وجہ سے لوگ بددل ہوگئے،انھیں شدید ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ کوئی ایسااللہ کا بندہ سامنے آئے،جوامتِ مسلمہ کی صحیح رہبری کا فریضہ انجام دے اورمسلمانوں کے سیاسی بحران کا خاتمہ کرے،معاشرے سے ظلم کوختم کرکے عدل وانصاف قائم کرے اوردشمنوں کومرعوب کرے۔اس سلسلے میں ان کا خیال اس طرف گیا کہ اس عظیم الشان ذمہ داری کا اہل کوئی بنو ہاشم کا فرد ہی ہوسکتا ہے؛چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابوطالب کولکھا،جواس وقت کے ثقہ علما میں سے تھےاوردارالخلافہ کے قریب ہی شام میں مقیم تھے،اتنابڑامعاملہ وقت کے حکمران سے کیسے چھپارہتا،جلد ہی اس وقت کے اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کواس کا پتا چل گیا،ابوہاشم اس وقت عمرکی آخری منزل پر تھے،جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اس مراسلت کا علم خلیفہ کوہوگیا ہے،توانھیں اندیشہ ہوا کہ پتانہیں خلیفہ ان کے خلاف کیا کارروائی کرے،اس اندیشے سے ہی وہ شام سے نکل کر ''حمیمہ'' منتقل ہوگئے،وہاں ان کے چچا علی السجاد بن عبداللہ بن عباس بھی قیام پذیر تھے،وہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔مرتے وقت انھوں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کوایک وصیت کی،جس میں انھوں نے اہلِ شام کے ساتھ ہونے والی اپنی مراسلت اورلوگوں کی حکومت سے بے چینی اوران پرلوگوں اعتماد کا ذکر کیا،وہ خطوط بھی ان کے سپرد کیے،جولوگوں نے انھیں لکھا تھااورکہا کہ:تم ہی اس (خلافت) کے حق دارہواوریہ تمھارے خاندان میں ہونی چاہیے۔ان کا انتقال 99ھ(718ء) میں ہوا،اس وقت خلیفہ سلمان بن عبدالملک ہی تھا۔

ابوہاشم کی بات محمدعباسی کے دل میں اترگئی،اس نے فوراًان کی باتوں پرعمل کرتے ہوئے لوگوں سے رابطہ کرنا شروع کردیا،پھرکچھ لوگوں کومنتخب کیااورانھیں یہ کام دیا کہ سارے ملک میں پھیل کرلوگوں کواموی حکومت کی خرابیوں،عیوب اورعوام پرکیے جانے والے مظالم سے آگاہ کریں،ساتھ ہی یہ پروپیگنڈہ بھی کریں کہ اس حکومت کا خاتمہ کرکے اہلِ بیت میں سے کسی ایسے شخص کوخلیفہ بنانا ضروری ہے،جوروئے زمین میں عدل وانصاف قائم کرے،مظالم کا خاتمہ کرے اورعوام کی مشکلات کودورکرے۔یہ تشہیر بڑے زوروشور سے کی گئی حتی کہ پورے ملک میں اس کا چرچا ہونے لگا،تیزی سے رائے عامہ تبدیل ہونے لگی۔مگرابھی فیصلہ کن گھڑی نہیں آئی تھی؛چنانچہ یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ 124ھ(742ء) کومحمدعباسی کا انتقال ہوگیا،اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابراہیم کواس مہم کوآگے بڑھانے کی وصیت کی،ابراہیم کے دورمیں یہ تحریک باقاعدہ طور سے منظم ہوگئی،مختلف شہروں اوراہم

علاقوں میں اس کے خاص رہنما اور لیڈر مقرر کیے گئے، مثال کے طور پر کوفے کی ذمے داری ابوسلمہ الخلال کے سپرد کی گئی اور خراسان میں ابومسلم خراسانی کو لیڈر بنایا گیا، پھر 129ھ (747ء) میں ابومسلم کو خراسان اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں عباسی خلافت کے تشہیر کاروں کا لیڈر بنا دیا گیا اور اسے یہ ہدایت دی گئی کہ اب علانیہ طور پر عباسی خلافت کے لیے مہم چلائی جائے اور خراسان کو اموی حکومت کے خلاف سرگرمیوں کا مرکز بنایا جائے۔

ابومسلم خراسانی نے ان ہدایات پر فوری عمل درآمد کیا، زور وشور سے عباسی حکومت کے قیام کے نعرے لگنے لگے، اس وقت اموی خلیفہ مروان بن محمد برسرِ اقتدار تھا، ابومسلم نے باقاعدہ خراسان کے دارالسلطنت ''مرو'' پر دھاوا بول دیا اور قریب تھا کہ وہ قبضہ کر لیتا، مگر پہلی بار ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ بنوامیہ کی طرف سے خراسان کے والی نصر بن سیار نے مروان سے مدد چاہی اور لکھا کہ اب آپ کی حکومت کے لیے حقیقی خطرہ پیدا ہو چکا ہے، اختلاف واحتجاج کی آگ بھڑک چکی ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے۔ خلیفہ اس کے خط اور فریاد کی طرف کوئی توجہ ہی نہ دے سکا؛ کیوں کہ اس وقت وہ شام میں اپنے حلیفوں کی نافرمانی وسرکشی سے نمٹنے میں مصروف تھا، اس نے خراسان کے لیے کوئی مدد نہیں بھیجی، ابومسلم کو اندازہ ہو گیا کہ والیِ خراسان زیادہ دن ٹک نہیں سکتا؛ چنانچہ اس نے جمعیت اکٹھا کی اور سال بھر کے اندر ہی مرو پر فیصلہ کن دھاوا بول دیا، پھر آسانی سے اس پر قبضہ کر لیا، نصر بن سیار اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا، اس فتح سے ابومسلم کے حوصلے کو پر لگ گئے؛ چنانچہ اس نے یکے بعد دیگرے کئی شہر مثلاً سمرقند، بلخ، طخارستان، طبسین حتی کہ پورے خراسان پر قبضہ کر لیا، وہ جس شہر پر بھی قبضہ کرتا، وہاں کے لوگوں سے کتاب اللہ، سنت رسول اور آل محمد ﷺ کے تئیں رضامندی (یعنی اہل بیت میں سے کسی کے خلیفہ مقرر کیے جانے) کا عہد لیتا اور بیعت کرتا۔ خراسان پر مکمل گرفت حاصل کر لینے کے بعد ابومسلم اس غور وفکر میں لگ گیا کہ اب کس علاقے کو ٹارگیٹ کیا جائے۔

حیرت ہوتی ہے کہ اس پوری مدت میں بنوامیہ کو حالات کی اس قیامت خیز تبدیلی وانقلاب کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں محمد کے ہاتھ ابراہیم عباسی کا ایک خط لگا، جس میں اس نے اپنے رضاکاروں اور مبلغین کو ہدایات دی تھیں، اس میں اس کے مستقبل کے منصوبے اور تنظیم سے متعلق اہم معلومات بھی تھیں، مگر اس وقت خلیفہ مروان اپنی خستہ و بے بس حکومت کو ٹھیک کرنے اور مقامی سطح پر بغاوت کرنے والوں سے نپٹنے میں مصروف تھا دوسرے یہ کہ اس کو معاملے کی خطرناکی کا صحیح ادراک ہی نہ ہو سکا؛ چنانچہ اس خط کو پڑھنے کے بعد اس نے قائم بامراللہ کو لکھ دیا کہ حمیمہ جا کر ابراہیم عباسی کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دے؛ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ابراہیم کو گرفتار کر کے پس دیوارِ زنداں ڈال دیا گیا، قید کی حالت میں ہی 132ھ (750ء) میں اس کا انتقال ہوا۔ ابراہیم کو جب اپنی گرفتاری کے حکم کی خبر ملی، تو اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ اس کی موت بھی اب قید میں ہی ہونے والی ہے، دوسری طرف اس کے حامیوں اور رضاکاروں کی جماعت مسلسل فتح ونصرت حاصل کرتی جا رہی تھی، حتی کہ اس وقت تک کوفہ بھی ان کے قبضہ وتصرف میں آ چکا تھا؛ چنانچہ اس نے اپنے بھائی ابوالعباس کے لیے امامت (خلافت) کی وصیت کی اور اسے اہلِ خانہ سمیت کوفہ کوچ کر جانے کا حکم دیا اور کہا کہ وہاں عباسیین کے داعی ابوسلمہ خلال سے ملاقات کرے، وہ اسے مکمل تحفظ اور سکیورٹی فراہم کروائے گا اور اموی حکمران اس تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

ابوالعباس صحیح سالم کوفہ پہنچ گیا، اسے محفوظ پناہ گاہ بھی مل گئی، کچھ دنوں کے بعد بہ طور خلیفۃ المسلمین ابوالعباس کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا، بارہ ربیع الاول 132ھ (750ء) کو اس نے کوفہ کی مسجد میں مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع سے خطاب کیا، جس میں اس نے باقاعدہ طور پر خلافتِ عباسیہ کے قیام کا اعلان کر دیا، اس نے اپنے پہلے عوامی خطاب میں کہا:

> ''مجھے امید ہے کہ جہاں سے آپ کو خیر کی خبر ملی ہے، وہاں آپ پر ظلم وزیادتی نہیں ہوگی، جہاں آپ صلاح دیکھ رہے ہیں، وہاں فساد نظر نہیں آئے گا، ہم اہلِ بیت اللہ کی توفیق وعنایت سے ہی کام کریں گے، میں ایک نہایت شریف النفس اور سخی انسان ہوں''۔

اس خطاب میں اس نے اپنے لیے ''سفاح'' کا لفظ استعمال کیا، یہیں سے اسے ''سفاح'' کا خطاب ملا اور وہ ابوالعباس السفاح کے نام سے مشہور ہو گیا، حالاں کہ تاریخ میں یا عوام کے درمیان ''سفاح'' کے وہ معنی مراد نہیں لیے گئے، جو اس نے اپنی تقریر کے دوران مراد لیا تھا۔

اس واقعے کے بعد تو جگ ظاہر ہو گیا کہ کہ بنوامیہ کے مقابلے میں ایک دوسری حکومت باقاعدہ قائم ہو چکی ہے اور اس کا خلیفہ بھی طے کیا جا چکا ہے، بنوعباس کو عوام کی بھی بھرپور حمایت حاصل تھی، ان کا حوصلہ بلند تھا، جب تک باقاعدہ ظاہر نہیں ہوئے تھے، تبھی سے کئی اہم علاقے فتح کر چکے تھے، اب تو ان کی حکومت قائم ہو چکی تھی، انھیں بنوامیہ کی لاچارگی و بیچارگی اور حکومت کی بے بسی کا بھی بہ خوبی اندازہ تھا؛ چنانچہ انھوں نے بنوامیہ پر فیصلہ کن حملہ کرنے کی ٹھانی اور عباسیوں و امویوں میں موصل کے قریب دریائے دجلہ سے نکلنے والی ایک نہر کے قریب مڈبھیڑ ہوئی، عباسی فوج کی قیادت خلیفہ کا بھائی عبداللہ بن علی کر رہا تھا اور اموی فوج کی قیادت خلیفہ مروان بن محمد کے ہاتھ میں تھی۔ دونوں میں مقابلہ تو کوئی تھا ہی نہیں، نفسیاتی طور پر اموی پہلے ہی ہزیمت خوردہ نظر آ رہے تھے، حقیقتاً جب آمنے سامنے ہوئے، تو اموی فوج عباسیوں کے سامنے ٹک نہ سکی، خود مروان میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا، محمد بن علی نے اس کا پیچھا کیا، پیچھا کرتے ہوئے دمشق پر قبضہ کیا، یکے بعد دیگرے شام کے دوسرے شہروں پر قبضہ کرتا گیا، دمشق پر قبضے کا مطلب تھا کہ اب بنوامیہ کی خلافت پوری طرح ختم ہو چکی اور سیاسی فتح بنوعباس کو حاصل ہو چکی ہے۔ مروان بھاگتا ہوا مصر پہنچا، مسلسل آٹھ ماہ تک جہاں تہاں بھاگتا اور جان کی امان تلاش کرتا رہا، بالآخر ''ابوصیر'' نامی گاؤں کے پاس اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح سیاسی عروج و حکمرانی کا ایک عہد اختتام پذیر ہوا اور نئے عہد کی شروعات ہوئی۔ سن 132ھ (750ء) ہمیشہ کے لیے اس عظیم الشان تاریخی انقلاب کا چشمِ دید گواہ بن گیا۔ نئی قائم ہونے والی حکومت ''الدولۃ العباسیۃ'' کے نام سے جانا گیا، چوں کہ اس کے بانی حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھے؛ اس لیے اس کی نسبت ان کی جانب کی گئی۔

1.4 امتیازی خصوصیات

بعض مؤرخین نے عصرِ عباسی کو دو الگ الگ ادوار میں منقسم کیا ہے، ایک دور کو ترقی اور عروج کا دور کہا جاتا ہے، جو قیامِ خلافت سے لے کر معتصم کی خلافت تک برقرار رہا اور اس کی موت (232ھ) پر اس سنہرے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ جبکہ دوسرا دور انتشار و خلفشار اور انحطاط کا دور کہلاتا ہے، اس کی ابتدا متوکل علی اللہ کی خلافت سے ہی ہو گئی اور تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کے مکمل انہدام و اختتام (656ھ) پر یہ دور پورا ہو گیا۔ جبکہ مؤرخین کی دوسری جماعت نے پورے عباسی دور کے سیاسی احوال کے پیشِ نظر اسے چار مختلف ادوار میں منقسم کیا ہے، پہلا دور لگ بھگ سو سال رہا، جس میں فارسی تہذیب و ثقافت اور سیاست حاوی رہی، اس عہد میں سات خلفا ہوئے، یہ زمانہ عباسی خلافت کی قوت، شوکت اور ترقی کا زمانہ تھا۔ عصرِ عباسی ثانی بھی تقریباً سو سال رہا، اس عہد میں سرکار میں ترکوں کا اثر و رسوخ حاوی ہو گیا اور اسی عہد میں مختلف ناحیوں سے عباسی سلطنت میں کمزوری کا سلسلہ شروع ہوا۔ عصرِ عباسی ثالث: یہ بھی تقریباً سو سال رہا، اس عہد میں خلافت پوری طرح کمزور ہو گئی، مختلف علاقوں میں مختلف قبائل نے بغاوت کر کے اپنی حکومتیں قائم کر لیں اور کئی والیانِ حکومت خود مختار ہو گئے، موصل اور حلب میں حمدانی غالب آ گئے، شیراز کے خطے میں بویہی سلطنت قائم ہو گئی، فسطاط اور مصر کے علاقے میں اخشیدیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

عباسیوں سے پہلے حکومتی اداروں میں عجمیوں کی مداخلت نہیں ہوئی تھی، اموی حکمران اس سلسلے میں خاصے متعصب تھے؛ چنانچہ حکومتی اداروں میں خالص عربی عناصر کا غلبہ رہا۔ مگر عباسیوں نے باصلاحیت عجمیوں پر اعتماد کیا اور انھیں مختلف حکومتی اداروں میں شامل کر لیا، صنعتی ترقی میں سرمایہ کاری کی ضرورت تھی، تو عجمیوں کو اس کی دعوت دی گئی؛ چنانچہ مختلف زمانوں میں فارسی، ترکی، دیلمی، رومی، سریانی وغیرہ اپنی مالی وجاہت کی وجہ سے عباسی حکومت میں اثر و رسوخ حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ مجموعی طور پر اس کا مثبت نتیجہ سامنے آیا، رعایا کی سماجی و معاشی بہتری سے لے کر علوم و فنون کی ترقی

اورادب وتہذیب کے فروغ تک میں اس اختلاط کے بے شمار فائدے حاصل ہوئے، گرچہ بعد میں اس کے کئی نقصانات بھی ظاہر ہوئے اوران عجمی قبائل نے ہی خلافت کی جڑیں کھودیں۔ مجموعی طور پر عباسی حکومت تقریباً پانچ سو سال قائم رہی، دنیا کا ایک بہت بڑا خطہ اس کے زیرنگیں تھا، مؤرخ فخری لکھتا ہے: ''یہ دنیا کی ان عظیم ترین حکومتوں میں سے ایک تھی، جنھوں نے مذہب وسیاست کو باہم دگر ملا کر سیاست کی؛ چنانچہ جو متقی اور نیک لوگ تھے، وہ اس کے مذہبی رجحان کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے تھے اور باقی لوگ حکومت ک خوف ورعب کی وجہ سے اس کی فرماں برداری کرتے تھے، اس حکومت کی بے شمار خوبیاں تھیں، علم وادب کا دور دورہ تھا، دینی شعائر کی تعظیم کی جاتی تھی، خیر کے کام بہ کثرت کیے جاتے تھے، دنیا آباد وشاد تھی، عزت و حرمت کا پاس ولحاظ کیا جاتا تھا، اس حکومت میں یہی حال رہا، یہاں تک کہ اخیر دور میں ظلم وجبر پھیل گیا اور پھر حکومت بدل گئی''۔

ابوالعباس السفاح خلافتِ عباسیہ کا بانی اور پہلا خلیفہ تھا، اس نے انبار کو دارالخلافہ بنایا اوراپنی خلافت کا سارا عرصہ بچے کھچے اموی حکمرانوں اوران کے معاونین کے تعاقب میں گزارا، اس کی گرفت سے صرف عبدالرحمن الداخل اور اس کے اہل وعیال ہی بچ سکے اوراس نے اندلس جا کر نئی حکومت قائم کرلی، اب سفاح نے ان لوگوں کا پیچھا کرنا شروع کیا، جنھوں نے اندلس میں قیامِ حکومت کے سلسلے میں الداخل کی مدد کی تھی؛ چنانچہ اس نے ابوسلمہ الخلال کو قتل کیا اور ابومسلم خراسانی بھی اس کی نظر میں تھا کہ موت نے اسے آلیا۔ ذاتی زندگی میں سفاح ایک خوب صورت، شریف النفس، باوقار اورسخی انسان تھا۔ اس کی خلافت کا زمانہ محض چار سالوں پر محیط ہے، اس کی موت چیچک کے مرض میں ہوئی، تب اس کی عمر محض 33 رسال تھی۔ اس کے بعد اس کے بھائی ابوجعفر منصور نے زمامِ خلافت سنبھالی۔ اس معنی میں ابوجعفر کو عباسی خلافت کا اصل بانی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے سیاست و مذہب کے درمیان ہم آہنگی قائم کی، سلطنت کی سرحدوں کو پختہ ومضبوط کیا، بغداد نامی شہر بسایا، جس نے بعد میں اسلامی سیاسی تاریخ میں غیر معمولی مقام واہمیت حاصل کی، ابوجعفر منصور خود ہی امورِ مملکت کی نگرانی کرتا تھا، فوج کی سرگرمیوں کا معائنہ کرتا، قلعوں کی دیکھ ریکھ خود کرتا اوراپنے عمال کا حساب کتاب بھی خود ہی لیتا تھا۔ اس نے اپنا وزیر خالد بن برمک کو بنایا، جس سے خلافتِ عباسیہ میں برامکہ کا اقبال وعروج شروع ہوا اور شروع زمانے میں ان کا کافی اثرورسوخ رہا۔ ابوجعفر کے بعد خلافت اس کے بیٹے مہدی نے سنبھالی، اس کے دور میں حکومت میں مزید پختگی آئی، وہ ایک شریف النفس اوررحمدل خلیفہ تھا، خلافت سنبھالتے ہی اس نے اپنے والد کے ذریعے کیے گئے تمام غیر مناسب اقدامات کو کالعدم قرار دیا، بہت سے سیاسی قیدیوں کو رہا کروایا، بنوہاشم کو ان کا حق لوٹایا، تعلیمی نظام کو پختہ کیا اور جگہ جگہ مدارس قائم کیے، حرم نبوی کی توسیع کی، مکہ مدینہ کے درمیان تمام راستے پر سرائے تعمیر کروایا، پانی کا انتظام کروایا، مکہ مدینہ کے درمیان ڈاک کا نظام ٹھیک کیا، مغربی یورپ کے بادشاہ چارلمان (چارلی دی گریٹ) سے معاہدہ کیا، البتہ مشرقی روم سے خلافت عباسیہ کی سخت عداوت تھی، جومہدی کے دور میں بھی باقی رہی؛ چنانچہ خشکی وتری میں کئی لڑائیاں لڑی گئیں، حتی کہ ہارون رشید کے زمانے میں وہاں کی ملکہ ایرینی جزیہ دینے پر راضی ہوئی اور مصالحت عمل میں آئی۔ مہدی کے بعد موسی ہادی خلیفہ بنایا گیا، مگر محض چودہ ماہ بعد اس کا انتقال ہوگیا۔

اس کے بعد ہارون رشید سریر آرائے سلطنت ہوا اوراس کی حکومت کئی اعتبار سے تاریخی ثابت ہوئی۔ وہ نہ صرف سیاسی بصیرت کا حامل تھا؛ بلکہ علم وفضل اور حکمت ودانش کے اعتبار سے بھی امتیازی شان رکھتا تھا۔ وہ لوگوں میں خود گھوم پھر کر ان کے احوال پتا کرتا، ان کے مسائل کو حل کرتا، علما کی مجلسوں میں بیٹھتا اوران کی باتیں سنتا، اس نے مدارس، مساجد، پل، ہسپتال وغیرہ وافر مقدار میں بنوائے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اپنی رعایا کی بہت زیادہ فکر تھی، اس کے زمانے میں بغداد شہر اپنی وسعت وآبادی کے اعتبار سے بہت بڑا ہوگیا، دارالسلطنت کی آبادی دوملین تک پہنچ گئی، ہندوستان، چین، شام، الجزائر اور مشرق بعید کے ممالک سے تجارتی روابط قائم کیے گئے، ٹیکس کی آمدنی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ آمدنی کی کثرت کی وجہ سے خرچ بھی دل کھول کر کیا جانے لگا؛ چنانچہ خلیفہ اوراس کے وزرا اہل علم وادب کو بے پناہ نوازتے، ضرورت مندوں کی ضرورت بھی پوری کی جاتی۔ ہارون رشید کے زمانے میں حکومت اور رعایا کی خوشحالی وتعیش کے چرچے چاردانگ عالم میں ہونے لگے اوروہ اسلامی سیاسی تاریخ کا دائمی حصہ بن گئے۔ ہارون نے اپنے

بعد اپنے بیٹوں امین، مامون اور قاسم کو ولی عہد بنایا اور مسلسل 23 رسال تک بے مثال حکمرانی کرنے اور ساری دنیا میں اپنی حکومت و سیادت، دانش مندی، مرفہ الحالی کا ڈنکا بجانے کے بعد 193ھ میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد امین خلیفہ ہوا مگر وہ ناکارہ ثابت ہوا، اپنے بھائی مامون سے لڑ گیا، ہزیمت اٹھانی پڑی، قتل کیا گیا اور مامون خلیفہ ہو گیا۔ مامون ایک عالم فاضل انسان تھا، اس کی خلافت کے دور میں علم وفن کا بہت زیادہ بول بالا ہوا، خاص طور پر مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے ترجمے کیے گئے، بیت الحکمت قائم کیا گیا اور یونانی حکمت وفلسفہ کا بہت بڑا ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہوا، 218ھ میں اس کی وفات ہو گئی اور اس کے بعد اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا، اسی کے دور سے داخلی وخارجی فتنوں کا آغاز ہوا، جس کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا، اقتصادی حالت بگڑنے لگی، غیر عربی عناصر اور قوتیں سر ابھارنے لگیں اور مرکز کی طاقت کمزور پڑنے لگی، مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں وجود میں آ گئیں، اسی عہد میں مسلمانوں میں بھانت بھانت کے فرقے وجود میں آئے، جنھوں نے اسلام کی اصل تعلیمات کو مسخ کرنے اور اپنی اپنی نفسانی وسیاسی خواہشات واغراض کی تکمیل کے لیے قرآن وسنت کا سہارا لیا اور اسی دور میں دین کی من چاہی تعبیر وتشریح کے چلن کی بنیاد پڑی۔

مجموعی طور پر عباسی دور میں فتوحات اور مملکتِ اسلامیہ کی توسیع کا سلسلہ قائم رہا اور اموی دور کے اخیر میں اسے جس انقطاع کا شکار ہونا پڑا تھا، وہ دور ہوا؛ چنانچہ اسلامی افواج ہندوستان سے لے کر روم، مصر، افریقہ اور اندلس کے دور دراز خطوں تک پہنچیں اور وہاں اسلامی قوت وشوکت کا پرچم لہرانے لگا۔

عصر عباسی میں فکری اعتبار سے مسلمان عروج وترقی کے کمال تک پہنچے، خاص کر علوم وفنون اور ادب کے شعبوں میں ہونے والی ترقی بے مثال تھی، اس عہد میں متعدد ثقافتی تحریکیں رونما ہوئیں، مختلف قوموں کے اختلاط کے سبب فکری سطح پر ایک نئی فضا قائم ہوئی، اسی طرح اس عہد میں یونانی، فارسی، سنسکرت زبانوں کے علمی وادبی سرمایوں کو عربی میں منتقل کیا گیا، خلفا، امرا اور اعلیٰ سرکاری افسران نے اس کی حوصلہ افزائی کی، عربوں نے دوسری تہذیب وتمدن کا اپنے یہاں استقبال کیا؛ ان سب کی وجہ سے عصرِ عباسی کو ایک خاص امتیاز حاصل ہو گیا، جس سے اموی دور خالی تھا۔

عصر عباسی میں مسلمانوں کے زیر تسلط علاقوں کی قومی زبان عربی ہوتی تھی، اسی طرح علم وادب اور فلسفے کی زبان بھی عربی تھی۔ حکمت اور فلسفے کی کتابیں تو عربی میں منتقل کی گئیں، مگر دوسری زبانوں کا ادب عربی میں منتقل نہیں کیا گیا؛ کیوں کہ اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بہت سے اہلِ علم وقلم جو عجمی النسل تھے اور انھوں نے عربی زبان میں لکھا، ان پر بھی عربیت کا اثر غالب رہا، البتہ کچھ کچھ عجمی آثار بھی عربی میں منتقل ہوئے، عجمی زبانوں کے بہت سے الفاظ، تعبیرات، اصطلاحات وترکیبات عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔ بعد کے دنوں میں انشا پردازی وخطوط نگاری میں بہت سی عجمی روایات عام ہو گئیں۔

عصر عباسی اول میں علوم کی اشاعت ہوئی، تحقیق وتدوین پر خاص توجہ دی گئی، کتب خانے قائم کیے گئے، کتابوں کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا، مختلف علوم وفنون مثلاً: تاریخ، جغرافیہ، فلکیات، ریاضیات، طب، کیمیا، میڈیکل سائنس، صرف ونحو، زبان وتنقید، شعر، قصص ومذہب، فلسفہ وسیاست، اخلاق ومعاشرت وغیرہ پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابن الندیم کی ''الفہرست'' سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں تصنیف وتالیف کے موضوعات میں کس قدر تنوع تھا۔

عصرِ عباسی کے ادیبوں نے نئی تہذیبوں کی عقلی حصول یابیوں سے استفادہ کیا، تعلیل، استنباطِ نتائج وغیرہ کے باب میں قدرت وصلاحیت حاصل کی، اس طرح عصر عباسی کا ادب ماضی کے مقابلے میں نہایت ثروت مند ہو گیا۔ اس ثروت مندی کا اندازہ لگانا ہو، تو ہم ابونواس، ابوتمام، متنبی اور ابوالعلامعری کی شاعری اور ابن المقفع، جاحظ اور بدیع الزماں وغیرہ کی نثر کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

جب تہذیب وثقافت میں گہرائی وتنوع پیدا ہوا، تو انسانی تجربات میں بھی گہرائی پیدا ہوئی؛ چنانچہ اس عہد کے ادب نے انسانی جوہر کی عمدہ تصویر کشی کی اور امید وناامیدی، قوت وکمزوری اور خوشی وغمی جیسے انسانی احوال وکیفیات کی بخوبی ترجمانی کی، اسی طرح عصرِ عباسی کے ادب نے

معاشرہ، فکر، سیاست واخلاق کے مسائل ومشکلات کی بھی نقشہ کشی کی ،جس کے مناظر ہم ابونواس کے خمریات، رومی کے افکار وخیالات، متنبی کی حکمت ودانش، ابوفراس کی وجدانیات، معری کے تفکر وتدبر، ابن المقفع کے قصوں، کہانیوں اورامثال اور جاحظ کی تنقیدات میں دیکھ سکتے ہیں۔

عصر عباسی کی نثر نگاری کے سرخیل ابن المقفع ، جاحظ، ابن العمید ،صاحب بن عباد، قاضی فاضل، بدیع الزماں ہمدانی جیسے لوگ ہوئے ،جنھوں نے عربی نثر کی مختلف اصناف کو اپنے قیمتی اور خوب صورت نتائجِ فکر سے مالا مال کیا اور عربی ادب کی تاریخ کو اپنی بے مثال خدمات سے گراں مایہ بنا دیا۔

1.4.1 عصر عباسی ادبی نثر:

زمانے کے تقاضوں، خیالات کی وسعت اور دیگر اقوام کے میل جول غیر ممالک والسنہ کے متعدد علوم وفنون کے تراجم عربی ادب میں داخل ہوئے جن کا ذکر ابھی ہوا ہے، عبرانی زبان کی بہت سی کتابوں کے علاوہ تورات کا عربی ترجمہ بھی اسی دور میں ہوا، "اسفار "جن میں "سفر شعیا" اور "سفر ایوب" وغیرہ بھی عربی میں منتقل ہوئی، ان تراجم کا عکس ادب اور خصوصا شاعری میں نظر آنے لگا،، ان علوم وفنون کے علاوہ کلدانیوں سے فن زراعت وباغبانی کو بھی حاصل کیا گیا۔ فلسفہ یونان کے تراجم، دوسرے مذاہب کے لوگوں کے اعتراضات، ان کے علماء کے مناظرات ومباحثات کی کثرت علمائے اسلام کو جھنجھوڑ دیا، وحدانیت کا مسئلہ نے پھر اسے ایک نئی روح پھونکی، خود اسلام میں بین فرقہ جاتی کشمکش نہایت زوروں پر رہی اور یونان سے جس فلسفہ اور منطق کو انہوں نے اپنایا، اس نے خود اپنے دلائل وبراہین کی حجت کے لئے وسعت دی، علم کلام کے آغاز وارتقاء میں امام ابوحنیفہ، ابوعلی محمد بن وہاب، اور ابوالحسن الاشعری کے نام خاص اہمیت کے مالک ہیں، جنہوں نے اس میدان میں کئی تصانیف پیش کیں۔

سقراط، افلاطون، بقراط، ارسطو، اوقلیدس، ارشمیدس اور جالینوس کے نظریات اور تعلیمات کو مسلمانوں نے حاصل کیا اور انہیں عام کیا، ان میں ترقی ووسعت پیدا کی، ان کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مفکرین نے اعتراضات واستفسارات کے سلسلہ میں اسلامی مفکرین ومجتہدین کو جن نئے علوم کی بنیاد رکھنے اور ان کی ترقی میں حصہ لینے پر مجبور کیا وہ آج تک اسلامی تعلیمات ونظریات کی روح سمجھے جاتے ہیں۔

علوم اسلامیہ نے اپنا انتہائی عروج اس دور میں حاصل کیا، غیر اقوام ومذاہب کے اختلاط نے اسلام کی آزمائش کے لئے جہاں تفتیش، تجسس، تنقید اور پرکھ کی نئی کسوٹیاں تیار کیں وہیں فقہ، حدیث، تفسیر اور کلام وغیرہ کے وہ ائمہ پیدا کئے، جنہوں نے اس سونے کو کھرا ثابت کر دکھایا، ان میں امام اعظم ابوحنیفہ النعمان م ۱۵۰ھ، امام مالک (مالک بن انس م ۱۸۹ھ) امام شافعی، عبداللہ بن محمد ادریس م (۲۰۴ھ) اور امام حنبل (م ۲۴۱ھ) کی شخصتیں آفتاب وماہتاب سے زیادہ روشن ہیں، ان کے علاوہ قاضی ابویوسف م ۱۸۲ھ، محمد بن حسن شیبانی م ۱۸۹ھ، عبدالرحمن بن قاسم م ۱۹۱ھ بھی کسی تعارف کے محتاج ہیں۔

فن حدیث کی خدمت میں جن علماء نے اپنی زندگیاں گذاریں ان میں ابن جریج م ۱۴۹ھ، الاوزاعی م ۱۵۷ھ، سفیان ثوری م ۱۶۱ھ، زیاد المکانی م ۱۸۳ھ، الواقدی ۲۰۷ھ اور ابن نافع ۲۱۱ھ نے شہرت پائی، فن تاریخ میں شیخ ابواسماعیل مصنف فتوح الشام، الواقدی، مصنف کتاب المغازی، ،فتوح الشام، فتح افریقیا، فتح العجم، تفسیر القرآن وغیرہ، ابن سعد مصنف الطبقات م ۲۳۰ھ، ہشام الکلبی م ۲۰۶ھ (جس نے کوئی سو کتابیں لکھیں) عبد الملک بن ہشام م ۲۱۳ (جس نے محمد بن اسحاق ۱۵۱ھ کی روایت کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور سیرت ترتیب دی) وغیرہ نے انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ حدیث کی بنیادیں استوار ہوئیں اور نہایت تحقیق وتدقیق سے اس فن کو انتہائی عروج پر پہنچایا گیا، چنانچہ صحاح ستہ، ابوعبداللہ، محمد بن الحسن اسماعیل، بخاری م ۲۵۶ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری مسلم م ۲۶۱ھ، محمد بن یزید ماجہ قزوینی ابن ماجہ م ۳۷۳ھ سلیمان بن اشعث الازدی ،ابوداؤد م ۲۷۵ھ حافظ ابوعیسی محمد بن عیسی الضحاک، ترمذی م ۲۷۹، ابوعبدالرحمن، احمد بن علی نسائی م ۳۰۳ھ اسی دور کے ائمہ ہیں۔

فن طب نے بھی اس دور میں بڑی ترقی کی، ابن ماسویہ م ۲۴۳ھ جس کی متعدد تصانیف میں "نوادر الطب"، "جواهر الطب"، "ماء

الشعر"، "الادویة السھلة"، "وغیرہ مشہور ہیں اور ابن سہل م ۲۵۵ھ کے علاوہ ابوبکر رازی م ۳۰ -۳۲ھ جو اس فن کا پیغمبر سمجھا جاتا ہے، اسی دور کے مشاہیر سے ہیں، اس کی تصانیف میں "الحاوی"، "الطب المنصوری" "الجدری والحصبة"، "الفصول فی الطب"، "الکافی"، "برء الساعة" اور "الطب الملوکی" وغیرہ مشہور ہیں۔

فن تاریخ اس عہد میں بڑی وسعتوں سے آشنا، تالیفات کے علاوہ تراجم کی بھی کثرت رہی، یہ فن اب مختلف شاخوں میں منقسم ہوگیا، مثلا تاریخ فتوحات، تاریخ احوال وانساب، طبقات شعراء عرب، اقوام، امم، مقامات یا شہروں کی خصوصی تواریخ اور عام تواریخ، اس دور کے مشہور مورخین میں اسماعیل واقدی م ۲۰۷، مؤلف "المغازی" و "فتوح الشام" هشام الکلبی م ۲۰۶، ابن سعد مؤلف "الطبقات" عبد الملک بن هشام مؤلف "سیرة النبی" ابن عبد الحکم م ۲۵۷، مؤلف "فتوح مصر والغرب والاندلس" ابو جعفر احمد بن یحی بن جابر البلاذری م ۲۷۹ھ، مؤلف "فتوح البلدان" و "انساب الأشراف" محمد بن حبیب م ۲۴۵ھ، مؤلف "القبائل والأیام الکبیر" الزبیر بن بکار م ۲۵۶ھ، مؤلف "نسب قریش واخبارھم" و "الموفقیات" عمر بن شبه م ۲۶۲ن مؤلف "الجمهرة، الأزرقی مؤلف "اخبار ایام مکة" ابن طغیور م ۲۸۰ھ، احمد بن داؤد، ابو حنیف الدینوری م ۲۸۲ھ، ابوجعفر محمد ابن جریر الطبری م ۳۱۰، احمد بن سہل البلخی (م ۳۲۲ھ) ابوجعفر محمد ابن جریر الطبری م ۳۱۰ھ، احمد بن سہل البلخی م ۳۲۳ اور ابن البطریق ۳۲۸ کے نام شامل ہیں

فن جغرافیہ کی ترقی میں ابو القاسم عبید اللہ بن احمد، ابن خردادبہ جو تیسری صدی ہجری کے وسط میں گذرا ہے، قدامہ بن جعفر، ابن الفقیہ اور ابن الحائک بڑی شہرت کے مالک ہیں۔

1.4.2 لغت:

ان تمام سیاسی ومعاشرتی تبدیلیوں سے جن کا ذکر ہو چکا ہے عربی میں لغت خاص طور پر متاثر ہوئی، اس میں وسعت پیدا ہوئی، متعدد غیر زبانوں کے الفاظ نے اس میں جگہ پائی، جدید الفاظ رواج پائے اور نئی اصطلاحات گھڑی گئیں، فلسفہ وادب کے لئے علمی الفاظ اور اصطلاحات یونانی اور سنسکرت سے مستعار دینے کو تہذیب وتمدن کے لئے فنی وکاروباری الفاظ کا ایک وافر ذخیرہ فارسی سے ملا، غرض عربی لغت میں وسعت کی نئی راہیں پیدا ہونے لگیں، خلیل احمد بن ۱۰۰ھ، ۱۷ھ، اس کا بڑا کارنامہ کتاب "العین" کی تصنیف ہے، مورج السدوسی م ۱۹۵ھ، اس کی تصانیف میں 'انواء غریب القرآن، جماهیر القبائل اور المعانی اہم ہیں۔ النضر بن شمیل م ۲۰۳ھ، قطرب م ۲۰۶ھ، ان کے علاوہ ابن الاعرابی ۲۳۱ھ نے بھی لغت میں کافی شہرت حاصل کی۔ ابو العباس مبرد ۱۲۰ھ تا ۲۵۸ھ، ان کی کتابوں میں "الکامل" "المقتضب" اور "التعازی والمراثی" شامل ہیں۔ السجستانی ۲۵۵ھ، جن کی "المعمرین" اور "النخلة" مشہور ہیں، ابن درید ۲۲۳ھ تا ۳۲۱ھ، ان کے علاوہ ابوعمر والھروی، المفضل بن سلمہ، عبد الرحمن الہمذانی وغیرہ شامل ہیں

1.4.3 نحو:

قرآت اور روایات کے اختلاف سے قرآن شریف کو بچانے کے لئے اموی دور میں علم نحو عالمِ وجود میں آئی، جن میں ابو الاسود الدؤلی بہت مشہور ہوئے، ابو الاسود کے علاوہ عبد اللہ بن ابی اسحاق الحضرمی نے اس کے اسباب وعلل بیان کئے، عیسی بن عمر الثقفی نے پہلے پہل تالیف کی جانب توجہ کی، ہارون بن موسی نے اس ک وضبط تحریر میں لایا، سیبویہ نے بام رفعت تک پہنچایا، ان میں سیبویہ م ۱۷۷ھ، الکسائی ۱۸۹ھ، الفراء: ۲۰۷ھ، ا الکسائی م ۱۸۹ھ، الفراء ۲۰۷ھ، ان نحویوں کے بعد معاذ الہراء م ۱۸۷ھ اور ابن السکیت م ۲۲۴ھ کے نام خاطور پر لئے جاسکتے ہیں، انہوں نے نحو کی ترقی کے لئے بہت کام کیا، نحو کی ترقی کے لئے کتابیں لکھیں۔ دیگر نحویوں میں المازنی ۲۴۹ھ، ثعلب ۲۰۰ھ تا ۲۹۱ھ، الزجاج ۲۱۱ھ جو "سر النحو" سے جانا جاتا ہے اور "معانی القرآن" اس کی اہم کتابیں ہیں، ابن الانباری م ۳۲۸۔

1.4.4 انشاء وترسل وروایت ادب:

یہ دور شاعری کی ترقی کا دور ہے، نئی سازگار فضاء اور نئے سرپرستوں کے باعث گلشنِ شاعری میں تازہ بہار آ گئی، اس لئے شاعری کے مقابلے میں اصنافِ نثر یعنی لغت، انشاء وغیرہ کا کام کم ہوا مگر جو کچھ ہوا، وہ تعمیری حیثیت سے بہت اہم ہے، ابتداءً عربی شاعری راویوں کے ہاتھ کا کھلونا بنی رہی، چنانچہ عہدِ اموی کے آخر آخر تک صحیح تنقید اور تحقیق کا شوق عوام میں پیدا نہ ہوسکا تھا، اس دور کی شروعات میں سلاطین و امراء کے علاوہ عوام کے شوق کے باعث متعدد راویوں نے بڑی شہرت حاصل کی اور کئی گمنام شاعران کی بدولت غیر فانی بن گئے، اس وقت تک ادب کے یہ ماہر کسی خاص نظام کے تحت کام نہیں کرتے تھے، اب ادبیات کی اہمیت بڑھنے لگی، ساتھ ہی تحقیق کا شوق بھی دامن گیر ہوا، شعر کے علاوہ نثر کے شہہ پاروں اور ماہرین لغت وادب کے الفاظ وخیالات کی بھی با قاعدہ روایت کی جانے لگی (اس لئے جملہ اصناف ادب کے راویوں کی حیثیت سے روایت کا ذکر یہاں کیا گیا ہے) اس سلسلہ میں ابوزید انصاری، ابوعبیدہ اور الاصمعی کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

نثر اس دور میں رسائل نگاری اور تراجم کی کثرت رہی، تالیفات کا بڑا حصہ دوسری زبانوں اور غیر اقوام کے علمی وادبی سرمایہ پر مشتمل اور ان بیرونی خیالات کا اثر ان کے تحریرات میں نمایاں ہے، روایت کے علاوہ ادب کے ان جملہ اصناف کے ماہر اس دور کے یہ چند علماء ہیں، ابوعمرو بن العلاء ۱۵۶ھ، ابوعبیدہ ۲۰۹ھ اس کی علوم قرآن، لغت، امثال، فتوحات، انساب، مثالث اور ایام عرب پر کوئی ڈیڑھ سو سے زائدہ کتابیں ہیں، الاصمعی ۲۱۶ھ، عبداللہ بن بن المقفع ۱۰۶ھ تا ۱۴۲ھ، سہیل بن ہارون۔

اس کے بعد کے ادوار میں نثر نگاری نے قدیم راسخ الخیالی اور روایاتی طرز انشاء رخصت ہوگئی، اس کی جگہ ذاتی رائے، نقد پسندی، اور قوت تمیز نے لے لی، حماد، اصمعی، ابوعبید کی جگہ جن کے نزدیک سنی ہوئی روایت میں ایک لفظ کا حذف واضافہ کفر کے مرادف تھا، اب جاحظ اور ابن قتیبہ جیسے وسیع النظر اور جدت پسند صاحب قلم نے لے لی جن کے پیش نظر قدیم عربی ادب کے علاوہ فارسی، ہندی اور یونانی آداب کے ساتھ منطق، فلسفہ اور حکمت کی کتابوں کے ڈھیر تھے، پند وموعظت اور زاہدانہ خیالات کا عنصر بھی اس دور کے ادب کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے، اس بدیہی وجہ غالباً یہ ہے کہ خلفاء وامراء کی عیش پسندی، دولت کی فراوانی کے برے نتائج اور سماج کی گرتی ہوئی حالت کو سدھارنے لگ گئے، اب تک کسب زر اور حصول جاہ، علماء اور ادباء کے لئے سب سے بڑی ترغیب کی حیثیت رکھتے تھے، مگر اس دور میں کم از کم چند ادیب ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے محض خدمت ادب کی خاطر اپنی زندگی گذاری، جتنی محنت وجفاکشی سے علم وادب حاصل کیا اتنی ہی تندہی اور دیانت کے ساتھ انہوں نے اپنی انشاء پردازی کے ذریعہ عوام کو مستفید کہونے کا موقع دیا اور جس میں ان کی کوئی طلب پوشیدہ نہیں تھی، ان میں الجاحظ ۲۵۵ھ، السکری ۲۷۵ھ، ابن قتیبہ ۲۱۳ھ تا ۲۷۶ھ، ابن عبدربہ ۲۴۶ھ تا ۳۲۸ھ۔

1.4.5 شاعری:

اس دور کو اور دوروں پر ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس میں چند ایسے مشہور اور ذہین ہستاں پیدا ہوئیں، جن کی زندگی کا مقصد جاہلیت اور اسکے بعد کے جتنے اشعار مل سکیں، انہیں یاد کر کے ان کی صحیح روایت کرنا اور شاعروں کے سوانح حیات بیان کرنا تھا، انہیں کے کارناموں کی وجہ آج عربی شاعری کا قدیم سرمایہ ہمیں اپنی اصلی حالت میں مل سکتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں قرآن شریف کے معانی وتفسیر کے سلسلہ میں قدیم عربی شاعری سے بطور استناد کام لیا جاتا تھا؛ مگر بعد میں روایت کے فن کو بڑی ترقی ہوئی، سینکڑوں راوی پیدا ہوئے، معانی وتفسیر کے بعد نحو، بلاغت، امثال واقوال اور عام ضروریات کے لئے بھی قدیم عربی شاعری کے سرمایہ کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، جس کی جانب پہلا قدم عصر عباسی میں اٹھایا گیا گوان روایتوں کو با قاعدہ ضبط تحریر لانے کا کام کچھ عرصہ بعد ہوا، اس

دور کے بعض مشہور راوی یہ ہیں، حماد الروایہ م ۱۵۶ھ المفضل الضبی م ۱٦۸ھ خلف الاحمر ۱۸۰ھ، محمد بن سلام م ۲۳۲ھ، ابن ابی الخطاب، متذکرہ بالا علماء کے علاوہ ابوعمرو الشیبانی (م ۲۰٦ھ) کا نام بھی قابل ذکر ہے کہ ایام عرب اور روایت شعری میں اس نے چند کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔

اسلامی سلطنت میں اتنی اہم تبدیلی کا اثر اس دور کی شاعری پر بہت ہوا، کہاں وہ بادیہ نشیں عرب تخیل کہ جس کے پیش نظر کھلا ہوا میدان، وسیع صحراء و چراگاہیں، چھوٹی سی کٹیا، جس کا ہمدرد و رفیق سوائے اونٹنی، گھوڑے اور تلوار کے کوئی نہیں، اور تحفظ عزت وقار کا سوال بس جس کے کل محرکات شاعری اتنے ہی ہوں اور کہاں ایک اسیر کی فکر رسا جس کے تخیلات کی آمد کے لئے فردوس بریں کا ماحول میسر ہو۔

لوازم عیش وعشرت، عام معیار زندگی کی بلندی، مذہبی آزادی، معاشرتی بکھیڑوں کی قلت اور بیرونی خیالات وتہذیب کے اثرات نے عربی شاعری کی کائنات ہی بدل ڈالی، اس نئی شاعری میں معانی کی جدت پایا جاتا ہے، ان لوازمات کے باعث وسعت ونزاکت خیال کا پیدا ہونا لازمی ہو گیا۔

حصول دولت کے لئے پہلے تو مدح کی کثرت ہوئی اور پھر مدح میں مبالغہ کو اس کی آخری منزل تک پہنچایا گیا، توصیف شراب میں بڑا زور قلم صرف کیا اور پہلی بار عربی شاعری مدح کی ایک نئی صنف سے آشنا ہوئی یعنی ''توصیف غلمان'' قدیم دبستان خیال کے شعراء اسے ذلت اور رذالت سمجھتے رہے، مگر بہت جلد یہ مرض عام ہو گیا، مزاح وظرافت نگاری پر بھی توجہ ہوئی، منظر نگاری نے بھی قصائد میں جگہ پائی، عرب کی قدیم سادہ نگاری، اصلیت اور جوش کا اس شاعری میں کوئی حصہ نہیں، مگر حالات کے لحاظ سے یہ انقلاب ناگزیر تھا، سلاطین، امراء اور خود شعراء کے علاوہ عوام نے جس نہج کو پسند کیا وہی مقبول سے مقبول تر ہونے لگا، اس دور بعض جلیل القدر شعراء میں بشار بن بردم ۱٦۷ھ، السید الحمیری م ۱۷۳ھ، ابونواس م ۱۹۹ھ، ابوالعتاہیہ م ۲۱۱ھ، مسلم بن الولید ۲۰۸ھ، ابوتمام م ۲۳۱ھ، اس کے علاوہ اس دور کے شعراء میں دعبل الخزعی م ۲۴٦، ابودلامہ م ۱٦۱، حماد عجرم ۱٦۱، مروان بن حفصہ م ۱۸۱، سلم الخاصر م ۱۸۱، حسین الضحاک م ۲۵۰ھ

عصر عباسی کے اس دوسرے دور میں آہستہ آہستہ خیالات میں پھر تبدیلی ہوئی، شعر میں اب فلسفہ کی گتھیاں اور معانی کی نزاکتیں جلوہ گر ہوئیں، قدیم علوم کے رموز ومسائل کو شعر کے ذریعہ حل کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں، جدید منتقلہ علوم کی پرچھائیاں بھی اس دور کے کلام میں پڑنے لگیں، بعض شاعروں کے کلام میں طبعی علوم کے مطالعہ کے اثرات نمایاں ہیں، فلسفیانہ خیالات جو اس دور میں بتدریج شعر میں داخل ہو رہے تھے، عصر عباسی کے تیسرے دور میں اشعار کا ایک اہم جز بن گئے ہیں۔

بدائع کا ارتقاء اسی زمانہ میں ہوا مشہور ہے کہ بشار بن برد اور ابن حرمہ نے شاعری میں اس کو داخل کیا، پھر کلثوم بن عمر العتابی، منصور النمری، مسلم بن الولید اور ابونواس نے ان کی اتباع کی اور بدائع پر خاص توجہ ہوئی، سیاسی ہنگاموں کی کثرت، آئے دن حکومتوں کی تبدیلیاں اور بے چینی، سازشوں میں الجھے ہوئے خلفاء وامراء کی عدیم الفرصتی اور بے توجہی نے اس دور کی شاعری پر برا اثر ڈالا، انہیں وجوہات سے نظم کی کثرت وسعت نثر کے مقابلہ کم رہی، اس دور کے چند اہم شعراء میں ابن الرومی ۲۲۱ تا ۲۸۴ھ، البحتری ۲۰٦ھ تا ۲۸۴ھ، ابن المعتز ۲۴۹ھ تا ۲۹٦ھ، اس کے علاوہ البسامی البغدادی م ۳۰۲ھ وغیر شامل ہیں

1.5 عصر عباسی اول کی مقالہ نگاری

132ھ (749ء) میں خلافت کی زمام بنوامیہ سے نکل کر بنوعباس میں منتقل ہوگئی، بنوامیہ کا دارالخلافہ دمشق تھا اور بنوعباس نے اپنا دارالخلافہ عراق کو بنایا۔ بنوامیہ پر عربی بداوت اور جاہلی اسلوب کا غلبہ رہا؛ بلکہ وہ اس حوالے سے خاصے متعصب تھے، جبکہ عباسی عہد خلافت وحکومت میں مختلف تہذیبیں کھل کر ایک دوسرے سے ملیں اور ایک دوسرے کے اثرات قبول کیے، یہ اثرات سیاسی سطح پر بھی تھے اور سماجی وادبی سطح پر بھی۔ عباسی دور میں

رونما ہونے والی زمینی تبدیلیوں اور انقلابات کا اثر اس دور کی زبان اور انشا پردازی و مقالہ نگاری پر بھی پڑا؛ چنانچہ انھوں نے مختلف معانی ومفاہیم اور افکار و خیالات کے اظہار کے لیے خوب صورت لفظوں کے انتخاب پر زور دیا، نئے نئے اسالیب دریافت کیے اور عبارت کو مزین و موزوں طریقے پر لکھنے کا چلن عام ہونے لگا۔ اموی عہد میں عربی نثر کا دائرہ قدرے محدود تھا، عباسی دور میں جب آبادیاں پہلے کے مقابلے میں مزید بڑھیں اور مملکت کا دائرۂ کار وسیع ہوا، تو لکھنے کے موضوعات بھی بڑھ گئے، محض دفتری کاروبار یا رسائل نویسی تک محدود نہیں رہے، اب تصنیف و تالیف کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، ترجمہ نگاری، مقالہ نویسی، مقامہ نگاری، عہد نامے، وصف نگاری، مناظرہ، شکریہ کا پیغام، ناراضگی کا اظہار، تعزیت، مبارکباد اور خلیفۂ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے جیسے موضوعاتِ تحریر بھی وجود میں آگئے۔

عباسی دور کی ابتدا میں عربی انشا پردازی عبدالحمید کے اسلوب پر ہی قائم رہی، جس میں اختصار کو کسی قدر ملحوظ رکھا جاتا تھا اور عبارت آرائی و مبالغہ آمیزی میں بھی میانہ روی برتی جاتی تھی۔ مگر جب عربوں میں خوشحالی کا دور دورہ ہوا اور ان کا ایرانیوں سے میل ملاپ بڑھا، تو وہ انشا پردازی میں تکلف و تصنع برتنے لگے، زمانے کے ساتھ اس رجحان میں ترقی ہی ہوتی گئی؛ حتی کہ قدیم اسلوبِ نگارش کو پوری طرح خیرباد کہہ دیا گیا۔ ایک بات یا ایک مطلب کو بیان کرنے کے لیے لگاتار کئی جملے لکھے جانے لگے، لوگوں میں یہ خیال پختہ ہوگیا کہ تکرار سے مطلب زیادہ واضح ہوتا اور مفہوم دلنشیں ہوجاتا ہے، حتی کہ اِس دور کے ادیبوں اور انشا پردازوں نے دورِ اول کی اختصار پسندی پر نکتہ چینی بھی شروع کردی؛ چنانچہ ابن قتیبہ نے ''ادب الکاتب'' میں یزید کے ایک جملے پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسے طوالت کے ساتھ بولا جاتا، تو زیادہ اچھا ہوتا۔ وہ جملہ یزید نے مروان بن الحکم سے کہا تھا، وہ بیعت کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھا، تو اس نے کہا کہ ''میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو ایک قدم آگے بڑھاتا ہے، تو دوسرا پیچھے ہٹالیتا ہے''۔ ابن قتیبہ نے اس جملے پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بات طول دے کر تکرار کے ساتھ کی جانی چاہیے تھی، زجر و توبیخ اور تنبیہ سے کام لینا تھا۔ اس دور کی نثر اور مقالہ نگاری میں عبارت کو مسجع و موزوں بنانے، ان میں اشعار و امثال اور کہاوتوں کی آمیزش کا رجحان بھی بڑھتا گیا، البتہ ان سب کی وجہ سے نفس مضمون میں کوئی کمی نہیں آتی تھی، بات پوری طرح ادا ہوجاتی تھی، گویا مذکورہ بالا چیزیں تحریروں میں ایک گونہ حسن پیدا کردیتی تھیں۔

البتہ جب خلافتِ عباسیہ زوال سے دوچار ہوئی اور مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئی، اس کی مرکزیت ختم ہوگئی اور سیاسی و سماجی سطح پر بے شمار خرابیوں نے جنم لے لیا، تو اس کا نہایت منفی اثر ادب پر بھی پڑا، پھر لوگ مقالہ نگاری و انشا پردازی میں محض لفاظی پر زور دینے لگے، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تصنع پر سارا زور صرف کیا جانے لگا، خالص علمی تالیف و تصنیف میں بھی مواد کی بجائے لفظی بازی گری پر زور دیا جانے لگا۔

بعض مؤرخین نے عباسی دور کے نثر نگاروں کو چار طبقات میں منقسم کیا ہے۔ پہلا طبقہ عہد عباسی کی ابتدا سے متوکل کی خلافت (232ھ) تک، دوسرا طبقہ متوکل کی خلافت سے بغداد میں بنو بویہ کی حکومت کے قیام (334ھ) تک، تیسرا طبقہ بنو بویہ کے بعد بغداد میں سلجوقیوں کی آمد (447ھ) تک اور چوتھا طبقہ سلجوقیوں کی بغداد میں آمد کے بعد سے تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کے مکمل اختتام (656ھ) تک۔

عبداللہ بن المقفع عصر عباسی اول کے انشا پردازوں کے رہنماؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے اسلوب نگارش میں عبارت کی خوب صورتی، چھوٹے جملے، سہل نگاری، واقعیت پسندی اور سجع و موزونیت سے حتی الامکان گریز شامل ہیں۔ چوں کہ خود اس کا نظریہ تھا کہ کسی عبارت کے بلیغ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا انسان بھی اسے سن کر یہ کہے کہ ایسا میں بھی بول اور لکھ سکتا ہوں، اسی طرح اس نے ایک بار ایک ادیب کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: اپنی بات کو بلیغ بنانے کے چکر میں غیر مانوس اور اجنبی الفاظ استعمال نہ کرو؛ کیوں کہ کسی بھی تحریر کا سب سے بڑا نقص یہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے انشا پرداز سے اس نے کہا: گھٹیا الفاظ سے گریز کرنے کے ساتھ آسان الفاظ استعمال کرو؛ چنانچہ اس کے اس نظریے کا اثر

اس کی اپنی تحریروں پر بھی صاف طور پر نظر آتا ہے۔اسی طرح جاحظ بھی اس دور کے نمایاں اصحاب ادب وقلم میں سے ہے۔اس دور کے عربی ادب ونثر پر جاحظ نے گہرا اثر چھوڑا ہے،اس کے یہاں معلومات کی کثرت کے ساتھ اسلوب میں سلاست،شیرینی،معنویت اورافادیت کے عناصر بھرپورطور پر پائے جاتے ہیں۔اس دور کی مقالہ نگاری کے اسالیب ومعنویت کوسمجھنے کے لیےابن المقفع اور جاحظ کے ذخیرۂ نثر سے مندرجہ ذیل نمونے نہایت اہم ہیں۔

1.6 عصر عباسی اول کی رسالہ نگاری:

اِس عہد میں رسالہ نگاری کے فن میں غیر معمولی اضافے کیے گئے،خطوط کا دائرۂ مضمون بڑھا،اسالیب میں مزید تنوع پیدا ہوا،لفظوں کے انتخاب اور جملوں کی ساخت میں تبدیلیاں رونما ہوئیں،تراکیب وتعبیرات پہلے سے زیادہ پرکشش ہوگئے،اس عہد کی رسالہ نگاری میں سجع وموزونیت پر بھی خاص توجہ دی گئی اور خط کے مضمون میں شعریت وغنائیت کا عنصر شامل ہوتا چلا گیا،بات کومؤکد کرنے کے لیے تکرار سے بھی بہ کثرت کام لیا جانے لگا،ایک ہی مضمون کومختلف پیرایے میں بیان کیا جاتا،جس کی وجہ سے خطوط نگاری کا ایک اہم وصف اختصارنویسی جاتا رہااورطول نویسی نے اس کی جگہ لے لی۔خطوط کے شروع میں القاب وآداب کبھی بڑھتے توکبھی کم ہوتے رہے،اسی طرح ان میں تنوع بھی رونما ہوتا رہا۔عباسی دور پر ایرانیوں،فارسیوں اور ترکوں کا غیر معمولی اثرورسوخ رہا،جس کی وجہ سے اس زمانے میں جہاں مجموعی طور پر تمام عربی ادب وزبان پر ان کے اثرات رونما ہوئے،وہیں رسالہ وخطوط نگاری کا فن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا،حتی کہ عربی زبان وادب اورانشاپردازی کی طرح خطوط میں بھی بعض خالص غیرعربی الفاظ استعمال ہونے لگے۔ابتدا میں یہ رسائل وخطوط نجی قسم کے ہوتے تھے،پھران کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوگئی مثلاً صاحب بن عباد کے رسائل کا مطالعہ کریں،تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اخوانی بھی ہیں اور دیوانی بھی،اس کے خطوط میں سیاسی احوال کا بھی تذکرہ ملتا ہے،نجی معاملات ومسائل کا بھی ذکر ہے،دیگر علمی موضوعات کو بھی چھیڑا گیا ہے،تاریخی مواد ومعلومات بھی اس کے خطوط میں وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ذیل میں درج دواہم رسائل نگارابن العمید اورصاحب بن عبادکی رسالہ نگاری کے نمونے سے اس دور کی رسالہ نگاری کو بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

1.7 خلاصہ

حضرت معاویہ بن سفیانؓ سے بنوامیہ کی خلافت کا دورشروع ہوا،جوشروع میں توسیاسی،اجتماعی وعلمی ہرشعبے میں اچھی تھی،اس حکومت میں اسلامی حکومت کا پھیلاؤ بھی ہوااورعلمی وادبی شعبوں میں بھی ترقیاں ہوئیں،مگر بہت جلد خلفاوامرا کا طبقہ بے راہ روی کا شکار ہوگیااورعوام میں ان کے تئیں بدگمانی پھیل گئی،ابھی اس خلافت کے قیام کوسو سال بھی نہ گزرے تھے کہ حکمرانوں میں عیش پرستی،عوام سے بیزاری پیدا ہوگئی،ظلم وزیادتی بڑھ گئی اورحکمراں طبقہ پوری طرح بے لگام ہوگیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندرونی طور پر لوگ ان حکمرانوں سے پیچھا چھڑانے کا منصوبہ بنانے لگے،حکومت وسیاست چوں کہ ایک بڑا عہدہ تھا؛چنانچہ انھوں نے اس کا اہل اہلِ بیت النبی ﷺ کوسمجھااور کچھ لوگوں نے ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابوطالب سے مراسلت کی کہ وہ اگرسامنے آئیں،توعوام ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے،مگرایسا ہونہیں سکااوران کا انتقال ہوگیا،البتہ انتقال کے وقت انہوں نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن علی عباسی کواس بارے میں بتایااور کہا کہ لوگ تیار ہیں،بس ان کورہنمائی کی ضرورت ہے؛چنانچہ اس کے انتقال کے بعداس نے اموی حکمرانوں کے خلاف انڈرگراؤنڈتحریک چھیڑدی اورلوگوں کوحکومت کی بے اعتدالیوں اور کمزوریوں سے آگاہ کیا جانے لگا،اپنے بعداس نے اپنے بیٹے ابراہیم کویہ ذمے داری دی،اس کے دور میں زیادہ منظم طریقے سے بنوامیہ کے خلاف تحریک چلائی گئی اورابومسلم خراسانی کارول اس میں غیر معمولی تھا۔اس کے ذریعے سے سب پہلے عباسیوں نے خراسان پر قبضہ کیا،پھر باقاعدہ خلافت کے قیام سے پہلے ہی کوفہ پر بھی قبضہ کرلیا۔اسی اثنا میں اموی

خلیفہ مروان بن محمد کو ابراہیم کا ایک خط ہاتھ لگ گیا، جس میں اس کے عزائم اور منصوبے درج تھے؛ چنانچہ اسے گرفتار کروا کے قید میں ڈلوا دیا گیا، مگر اس سے پہلے ہی ابراہیم نے اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کو خلافت کے لیے تیار کر لیا تھا؛ چنانچہ ابراہیم تو قید کی حالت میں ہی وفات پا گیا، مگر اس کے بعد اس کے بھائی نے اموی حکومت کا تختہ پلٹ دیا اور اس کے بعد با قاعدہ عباسی خلافت کا قیام عمل میں آیا۔

دورِ اول میں عباسی حکومت ہر اعتبار سے قابلِ تعریف اور مختلف خوبیوں سے لیس تھی، اس دور میں جہاں اسلامی سلطنت سیاسی اعتبار سے مضبوط رہی اور اس کا دائرہ بڑھتا رہا، وہیں سماجی، معاشرتی اور علمی و ادبی اعتبار سے بھی اس حکومت نے بے مثال ترقیات حاصل کیں۔ رعایا خوشحال تھی، حکومت کی آمدنیاں بے پناہ تھیں؛ چنانچہ ضرورت مندوں اور علما، ادبا، شعرا پر بے تحاشا خرچ کیا جاتا، عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہسپتال، سرایے، سڑکیں، تعلیم گاہیں قائم کی گئیں، مسلمانوں کا مختلف تہذیبوں اور زبانوں سے رابطہ ہوا اور اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے، دور دراز سے ماہرین علوم وفنون کی خدمات حاصل کر کے اس وقت موجود مختلف زبانوں کی متعدد اہم تصانیف کا ترجمہ کروایا گیا، اس دور میں عربی نثر نگاری و شاعری میں نو بہ نو تجربے کیے گئے اور ان کے موضوعات و مضامین غیر معمولی توسع پیدا ہوا، اہل علم و ادب کو ہر طرح سے آسودہ کر دیا گیا؛ تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ علم و ادب کی خدمت کریں، یہ سلسلہ ایک زمانے تک جاری رہا، یہاں تک کہ مامون کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا اور اس کے دور سے ہی خلافتِ عباسیہ میں کمزوریاں پیدا ہونے لگیں، خلفا عیش پرست ہو گئے، امرا میں دنیا کی لالچ بھر گئی، گورنر اور والیان کے سروں میں خود مختاری کا سودا سما گیا، غیر عربی قبائل کی قومی عصبیتیں جاگ اٹھیں اور انھوں نے مرکز کے خلافت بغاوت کا اعلان کر دیا، یہ صورتِ حال رفتہ رفتہ حد درجہ اندوہناک ہوگئی، حتی کہ تقریباً پانچ سو سال کی طویل مدت کے بعد تاتاریوں کے ہاتھوں خلافتِ عباسیہ کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔

1.8 نمونے کے امتحانی سوالات

۱) عصر عباسی کا تاریخی پس منظر بیان کیجئے؟

۲) عصر عباسی کی خصوصیات پر روشنی ڈالئے؟

۳) عصر اول عباسی کی مقالہ نگاری کو بیان کیجئے؟

۴) عصر اول عباسی کی رسالہ نگاری کیسی رہی؟

۵) عصر عباسی کے مشہور نثر نگاروں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ لکھئے۔

1.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱) تاریخ الادب العربی (احمد حسن زیات)

۲) تاریخ الادب العربی (عمر فروخ)

۳) تاریخ الدولۃ العباسیۃ (محمد سہیل طقوش)